ڈاکٹر محمد عامر اقبال
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف سیال کوٹ، سیال کوٹ
ڈاکٹر مشتاق عادل
صدر شعبہ اردو، ایسو سی ایٹ پروفیسر، یونیورسٹی آف سیال کوٹ، سیال کوٹ

اقبال اور تحریکِ آزادی: تحقیقی مطالعہ
(ہندوستان کے اقبال شناس سید مظفر حسین برنی کے حوالہ سے خصوصی تحریر)

Dr. Muhammad Amir Iqbal
Assistant Professor. Department of Urdu, University of Sialkot.
Dr. Mushtaq Adil
Head Department of Urdu, Associate Professor, University of Sialkot.

Iqbal and the Freedom Movement: A Research Study (Special article with reference to Indian Iqbal Scholar Syed Muzafar Hussain Burni)

Muzaffar Hussain Burni was a well-known name in Iqbal Studies in India. He has held many high government positions. His services to Iqbal Studies are invaluable. He is the founder of Iqbal Academy (India) Delhi. This article will cover aspects of Mr. Burni's intellectual and political insights. He has also shed light on the personalities of Iqbal and Gandhiji. The great tragedy of Jallianwala Bagh was the subject. The political situation of this period is also part of this article. Mr. Burni described Iqbal's ideas. The center of Iqbal's thinking was unity. The book published on these topics is a witness to Mr. Burni's scholarly thinking. He arranged Iqbal's letters in chronological order and preserved them in four volumes. His knowledge of Iqbal opens up new avenues for research.

Keywords: *Iqbal and national unity in the light of Burni's Iqbal studies.*

سید مظفر حسین برنی کی اقبالیات کے لیے خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ آپ جب تک زندہ رہے، اقبال کے فکر و فن اور فلسفہ کی تبلیغ و توسیع میں مصروف رہے۔ سرکاری ذمہ داریوں کی مصروفیت کے باوجود، اقبال سے

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

محبت اور عقیدت کا اظہار کرتے رہے اور قافلہ اقبال کی سرگرمیوں میں مصروف رہے۔ان کی کتاب محبِ وطن اقبال کا دیگر زبانوں انگریزی،اردو اور ہندی کے علاوہ کنٹر، تیلگو اور ملیالم زبانوں میں بھی ترجمہ ہوا ۔انہوں نے نہایت محنت سے کلیاتِ مکاتیب اقبال کی چار جلدوں کو مرتب کیا ہے اور تاریخی ترتیب سے عوام کی خدمت میں پیش کیا جو تحقیق و تنقید اور اقبالیات میں کسی تاریخی دستاویز سے کم نہیں۔

اس کے علاوہ بھی سید مظفر حسین برنی نے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ چند اور کتب بحوالہ اقبال تکمیل کے مراحل سے گزر رہی ہیں اور ساتھ ہی اپنی سوانح عمری کا ذکر بھی کیا تھا مگر شاید بوجہ علالت یہ کام پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکا۔اس کا ثبوت وہ مکتوب ہے جو پروفیسر عبدالحق نے مقالہ نگار کے نام لکھا اور بتایا کہ:

"ان کی دوسری اور کوئی تصنیف میری نظر میں نہیں ہے "[۱]

اقبال کا "ترانہ ہندی" سے "ترانہ ملی" تک ذہنی سفر بہت اہم اور پیچیدہ ہے۔ سید مظفر حسین برنی کا خیال یہ ہے کہ اقبال نے قومیت کے عقیدے کو ترک کر دیا تھا۔ مگر اپنے وطن سے ان کی محبت میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ دراصل اقبال کا گوہرِ مقصود ہی ایسا تھا جو وطن سے بھی عزیز تر تھا۔ اب اسے برنی صاحب نے کس طرح دیکھا تھا یا پھر دیگر ماہرین اقبالیات کسی بھی حوالے سے دیکھیں یہ ہر اقبال شناس کی اپنی کاوش، اپنا رخ اور اپنا انداز ہو گا۔ اقبال شناسی کے موجودہ دور میں ایسے ذاتی مغالطے بعض اوقات غلط فہمی پیدا کر دیتے ہیں۔ برنی صاحب کی اقبال شناسی کے بارے میں ہندوستانی ماہرین کا کہنا ہے کہ:

"آپ نے اقبال کو خود ان کے نظریات اور فن کے آئینے میں دیکھنے کی کامیاب کاوش کی ہے "[۲]

سید مظفر حسین برنی کا نام اردو اور اقبالیات کے ماہرین کے لیے کسی بھی طرح اجنبی نہیں۔ آپ کی شخصیت اور فن کی قدر کرتے ہوئے بہت ہی خوبصورت تاثرات سامنے آتے ہیں کہ:

"سید مظفر حسین برنی انسان دوستی اور وفاداری بشرطِ استواری کے قائل ہیں۔ان کی مروّت حسنِ عالمگیر کی حیثیت رکھتی ہے۔وہ اخوت کے بیان اور محبت کی زبان میں لامتناہی یقین کے مالک ہیں۔ایک محبِ وطن کی حیثیت سے انہیں عالمِ انسانیت کے پارہ پارہ ہونے پر صدمہ بھی ہے اور تشویش بھی۔ایک صاحبِ نظر انسان کی حیثیت سے وہ ملک میں افتراق و انتشار کے

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

حالات سے کبیدہ خاطر معلوم ہوتے ہیں۔ان کی تیز نگاہی اور بصیرت
حالات کے اندر جھانک کر بہت سی تہوں کو چیر رہی ہے "(۳)

اگرچہ ان حالات میں برنی صاحب نے چند ایسے واقعات کو بھی اقبال کی ذات سے منسوب کر دیا کہ جن کا نہ تو کوئی ثبوت ہے اور نہ ہی اقبال کی پوری زندگی میں اس سے ملتا جلتا کوئی بھی قصہ نظر آتا ہے۔ مظفر حسین برنی نے اپنی اقبال شناسی میں ان من گھڑت واقعات کو کیوں جگہ دی ہے کہ جن کا وجود یا تصدیق ممکن نہیں۔ مظفر حسین برنی کے مطالعہ کی وسعت تو سب کے سامنے ہے کہ انہوں نے کئی درجن کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ان کی تصانیف میں موجود کتابیات اس مطالعہ کی گواہ بھی ہیں ۔ ہندوستان کے کچھ لوگ اقبال کو دبے الفاظ میں فرقہ پرست شاعر بھی سمجھتے ہیں مگر سید مظفر حسین برنی نے اپنی اقبال شناسی کے ذریعہ سے ایسے مفاد پرست لوگوں کی راہ ضرور روکی ہے۔ برنی صاحب نے اقبال کی شاعری اور تصورات کے قوم پرستانہ کردار پر جس عمدگی سے بحث کی ہے اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آپ اعلیٰ درجہ کے اقبال شناس ہیں آپ نے اقبال کے پیغام کو بڑے دلکش اور عالمانہ انداز میں پیش کیا ہے۔ان کی ذات ستودہ صفات ادبیاتی ذوق سے مستنیر،حالاتِ گردوپیش سے باخبر اور انسان دوستی سے بھرپور ہے۔ آپ کی ادبیات پر گرفت خاصی مضبوط تھی اور ان کا علم سرچشمۂ افہام و تفہیم سے عبارت تھا۔ اقبال اور اقبالیات سے دلچسپی اور ان کا غائر مطالعہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ہندوستان میں آپ کی اقبال شناسی کا اعتراف کچھ ان الفاظ میں بھی نظر سے گزرتا ہے:

"اقبال اور اقبالیات سے دلچسپی اور اُن کا غائر مطالعہ معمولی بات نہیں " (۴)

اقبال اکادمی دہلی کا قیام ۸۸۔۱۹۸۷ء میں عمل میں آیا۔ اس سے قبل وہاں اقبال کے حوالہ سے لوگ اقبالیات میں مصروفِ عمل تو رہتے تھے مگر برنی صاحب نے اسے باقاعدہ ایک منظم ادارہ بنانے کا قصد کیا۔

دہلی کے پروفیسر ڈاکٹر توقیر احمد خاں سے فون پر استفسار کیا تو انہوں نے بتایا کہ ۸۸۔۱۹۸۷ء میں برنی صاحب نے باقاعدہ تقریب منعقد کروائی جس میں دہلی کی مقتدر شخصیات نے شرکت کی تھی۔ڈاکٹر توقیر احمد خاں خود بھی اس تقریب میں شریک ہوئے تھے۔اقبال سے محبت اور ان کے افکار کی ترویج کے لیے برنی صاحب نے ہندوستان کی اقبال اکادمی کو سنبھالا تاکہ اقبالیات کے حوالہ سے کوئی اچھا کام انجام دے سکیں۔

پروفیسر عبد الحق سے اس حوالہ سے استفسار کیا تو انہوں نے ۲۵،اگست ۲۰۰۵ء کو اپنے مکتوب میں وضاحت فرمائی۔ انہوں نے اپنے خط میں تفصیل سے ہندوستان میں ہونے والے اقبالیاتی ادب کی کاوشوں پر روشنی ڈالی تھی۔ پروفیسر عبد الحق نے اپنے خط میں یہ بھی بتایا تھا کہ:

"آپ نے جن اشخاص سے ملاقات کی اُن کی حیثیت مسلّم ہے۔ مگر
اقبال شناسی سے زیادہ سروکار نہیں۔ ہاں برنی صاحب تھوڑی شدبد
رکھتے ہیں نام کی اکیڈمی بھی قائم کی ہے " (۵)

اس خط میں ایک بات تو واضح ہے کہ برنی صاحب کی شدبد کا کچھ حوالہ تو موجود ہے۔اُس وقت آپ کے سامنے اس سے بڑھ کر اور تو کوئی خیال نہ آیا ہو گا کہ اقبالیات کی ترویج، فکرِ اقبال کی تبلیغ اور اقبال کے نظریات کو ہندوستان کے مقتدر افراد کے سامنے ضرور آنا چاہیے۔ اگر برنی صاحب اقبال اکیڈمی کی ذمہ داری نہ سنبھالتے تو شاید اس اکیڈمی کا وجود ہی نہ ہوتا اور پھر آپ افسران کے قریب تھے اس لیے اقبال اکادمی کے قیام میں آسانی رہی۔ اس وقت اقبال اکیڈمی (انڈیا) دہلی، اتنی مقبول نہ تھی۔ پروفیسر عبد الحق اس وقت کی اقبال اکیڈمی کے بارے میں فرماتے ہیں:

"اقبال اکیڈمی بھی ان کی ذات تک محدود تھی سال میں کبھی کبھار مفت
میں ایک لیکچر کسی کا دلوادیا کرتے تھے کئی دنوں سے وہ بھی بند ہے " (۶)

پروفیسر عبد الحق نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ سید مظفر حسین برنی نے اردو کو دھیلے بھر کا کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔ پروفیسر عبد الحق تو یہ بھی کہتے ہیں کہ:

"اقبال کے خطوط مرتب کر کے کلیاتِ مکاتیبِ اقبال کو مرتب کرنے کا
مقصد بھی صرف اردو اکادمی دہلی سے پچاس ہزار روپے رائیلٹی کے طور
پر وصول کرنا تھا " (۷)

پروفیسر عبد الحق نے جب سے اقبال اکیڈمی (ہند) نئی دہلی میں کام شروع کیا ہے،اکیڈمی کی کچھ صورت بھی سامنے آئی ہے اور اکیڈمی کا مجلہ "میر اپیام" جاری کیا جو مسلسل شائع ہو رہا ہے۔ برنی صاحب اقبالیات کے حوالہ سے شائع ہونے والی کتب کا کسی نہ کسی طرح حصہ بنتے رہے تھے۔ ڈاکٹر اخلاق اثر کی کتاب "اقبال اور ممنون" پر برنی صاحب کا ایک تبصرہ موجود ہے۔ آپ کے تعارف میں ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

" جناب سید مظفر حسین برنی، گورنر انگریزی میں علامہ اقبال کی حیات
تحریر فرمارہے ہیں " (۸)

برنی صاحب کی طرف سے ایسی کوئی تحریر جس پر علامہ اقبال کی حیات کا گمان گزرتا ہو، سامنے نہیں آئی۔ برنی صاحب نے اپنی کتاب محبِ وطن اقبال میں لکھاہے کہ اپنی شاعری اور دوسری تحریروں میں اقبال نے ہندوستان کے برطانوی سامراج کے غلام ہونے پر مسلسل اپنے رنج و کرب کا اظہار کیا ہے۔اس حوالہ سے برنی صاحب نے اقبال کی نظم "پرندے کی فریاد" کو ہندوستان کی غلامی پر ایک علامتی نظم کہاہے۔

اقبال نے سودیشی تحریک کی بھی حمایت کی تھی۔ اقبال کے ایک مضمون نما مراسلے میں جو کیمبرج یونیورسٹی سے لکھا گیا یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان کے دل میں وطن سے بے پناہ الفت، اپنے ہم وطنوں میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کا جذبۂ صادق اور ملک کو خوشحال دیکھنے کی تڑپ بہ درجہ اتم موجود تھی۔ اقبال سودیشی تحریک کو ہندوستان کے لیے بے حد ضروری سمجھتے تھے۔ اقبال نے لکھا کہ:

"سودیشی تحریک ہندوستان کے لیے کیا ہر ملک کے لیے جس کے اقتصادی
اور سیاسی حالات ہندوستان کی طرح ہوں، مفید ہے۔ کوئی ملک اپنے سیاسی
حقوق کو حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ پہلے اس کے اقتصادی حالات
درست نہ ہوں " (۹)

اقبال کے اس زمانے کے مسلم قائدین جو تقسیمِ بنگال کے حامی تھے، مگر اقبال نے ان کی بھی پروانہ کی جو سودیشی تحریک کے مخالف تھے۔ سودیشی تحریک کی حمایت کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ اقبال کسی اتحاد کے علمبردار تھے۔ یہ صرف ان حالات کی بات ہے کہ جب اپنے ملک کو پہلے دوسری سیاسی قوتوں کے نرغے سے نکالا جائے کہ جو ہندوستان کی سیاست پر قبضہ کر کے اسے مفلوج بنانا چاہتے تھے۔ اقبال ہندوستانی سیاست میں دوسروں کی مداخلت کے شدید خلاف تھے۔

ہندو رہنماؤں نے خلافت کے معاملہ میں گو مسلمانوں کا ساتھ دیا لیکن ظاہر ہے کہ انہیں تحفظِ خلافت سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اور ذرا غور کریں تو اقبال کے تحریکِ ترکِ موالات کے حامی یا مخالف ہونے میں بھی اقبال شناس اختلاف و حمایت رکھتے ہیں۔ تحریکِ ترکِ موالات کا ایک پہلو انگریزی حکومت سے امداد لینے والے تعلیمی اداروں کا مقاطعہ تھا۔ تحریک کے زور میں آتے ہی مولانا محمد علی وغیرہ نے علی گڑھ یونیورسٹی کے طلباء کی بڑی تعداد

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

کو توڑ کر آزاد قومی یونیورسٹی یا جامعہ ملیہ اسلامیہ کی بنیاد ڈالی۔ مولانا محمد علی نے تجویز پیش کی کہ اقبال سے نئی یونیورسٹی میں عہدہ پرنسپل قبول کرنے کی درخواست کی جائے۔ اس اثنا میں مولانا محمد علی کی ایما پر گاندھی جی نے اقبال کو ایک خط تحریر کیا۔ برنی صاحب نے لکھا ہے:

> "جامعہ ملیہ اسلامیہ کے قیام کے وقت تو شیخ الجامعہ کے عہدہ پر تقرری کے لیے گاندھی جی کی نظر انتخاب بھی اقبال پر ہی پڑی تھی۔ گاندھی جی نے تار بھیج کر اقبال سے یہ درخواست کی تھی کہ وہ ذمہ داری قبول کر لیں " (۱۰)

اس سے پہلے بھی یہ خبر اقبال تک پہنچی تو انہیں سخت ذہنی کوفت ہوئی۔ گاندھی جی کے خط کا جواب دیتے ہوئے اقبالؒ نے معذرت کی اور لکھا کہ:

> "بعض وجوہ کی بنا پر جن کا ذکر اس وقت ضروری نہیں۔۔۔ لبیک کہنا میرے لیے مشکل ہے " (۱۱)

مندرجہ بالا اشاروں سے یہ تو واضح ہے کہ اقبال نے معذرت کی تھی کہ وہ جامعہ ملیہ اسلامیہ کا عہدہ لیں۔ مگر گاندھی جی کی درخواست کو برنی صاحب نے احترام کی نگاہ سے دیکھا ہے اور گاندھی جی کی بات کو درست اور وقت کی ضرورت قرار دیا ہے۔ اقبال نے گاندھی جی کے لیے ایک نظم بھی لکھی تھی۔ اقبال نے کہا:

بولا یہ بات سن کے کمالِ وقار سے وہ مردِ پختہ کار و حق اندیش و باصفا (۱۲)

اس نظم سے برنی صاحب نے صرف اس بات پر ہی اکتفا کیا ہے کہ اقبال نے گاندھی جی کو مردِ پختہ کار و حق اندیش و باصفا کہا ہے۔ (۱۳)

برنی صاحب نے گاندھی جی کی حمایت میں اقبال کے کہے گئے کسی لمحے کو نظر انداز نہیں کیا۔ اقبال نے ایک خط میں گاندھی جی کے حوالہ سے لکھا کہ:۔

> "ہندوستان میں بظاہر مہاتما گاندھی کی گرفتاری کے بعد امن و سکون ہے مگر قلوب کا ہیجان حیرت انگیز ہے۔ اتنے عرصے میں اتنا انقلاب تاریخِ اُمم میں بے نظیر ہے۔ ہم لوگ جو انقلاب سے خود متاثر ہونے والے ہیں، اس کی عظمت اور اہمیت کو اس قدر محسوس نہیں کرتے۔ آئندہ نسلیں اس کی تاریخ پڑھ کر حیرت میں ڈوب جائیں گی " (۱۴)

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

برنی صاحب نے یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ اقبال تو دوسروں کے لیے بہت نرم دل رکھتے تھے۔ اقبال کا دل تو ہر دم ہی نرم رہتا تھا اور ان کا ایمان ہی یہ تھا کہ حلقہ ، یاراں ہو تو ریشم کی طرح نرم مگر ساتھ ہی رزم حق و باطل میں مومن کو فولاد کی طرح مضبوط رہنے کا درس بھی اقبال ہی نے دیا تھا۔

اقبال ہر قسم کے واقعہ کا اثر لیتے تھے۔ جلیانوالہ باغ کے سانحہ کا بھی آپ نے بہت اثر لیا۔ یورپ کی استعماری طاقتوں کی سودابازی سے مسلمانانِ ہند نہ صرف حکومتِ برطانیہ سے مایوس ہو گئے تھے ۔ رولٹ کمیشن نے سیاسی مجرموں کے خلاف تادیبی کاروائی کے سلسلے میں جو سفارشات انگریزی حکومت کو پیش کیں، ان میں انتظامیہ اور پولیس کو ناواجب اختیارات دیے گئے تھے۔ پولیس جسے چاہے بغیر وارنٹ کے گرفتار کر سکتی تھی۔ عدالتی حکم کے بغیر جس مکان کی تلاشی لینا چاہے لے سکتی تھی۔ اور سیاسی مجرموں کے لیے سخت سزائیں تجویز کی گئی تھیں۔ بالاخر ان سفارشات نے رولٹ ایکٹ کی صورت اختیار کی جو شدید مخالفت کے باوجود ۱۸، مارچ ۱۹۱۹ء کو پاس ہو گیا۔ اس ایکٹ کے نفاذ سے ہندوستان بھر میں احتجاجی جلسوں اور جلوسوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اسی کے جواب میں انگریزی حکومت نے ظلم و تشدد اور قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا اور اس کی لپیٹ میں پنجاب بھی آ گیا۔ ۱۳، اپریل ۱۹۱۹ء کو امر تسر کے جلیانوالہ باغ میں ایک احتجاجی جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں ہندو مسلم اور سکھ عوام نے شرکت کی۔ اس جلسہ میں موجود لوگوں کو گھیرے میں لے کر جنرل ڈائر نے بڑی بے دردی سے اندھا دھند گولیاں چلوائیں اور سیکڑوں انسانوں کو موت کی نیند سلا دیا۔

اس سانحہ کے فوری بعد پنجاب میں مارشل لا نافذ کر دیا گیا۔ اس مارشل لا کے دوران طلباء اور عوام سے وحشیانہ سلوک روا رکھا گیا۔ برنی صاحب لکھتے ہیں :

> ”جلیانوالہ باغ کے قتلِ عام سے اقبال بہت متاثر ہوئے۔ روایت ہے کہ انہوں نے درج ذیل اشعار بھی غالباً اسی واقعہ کے اظہار میں لکھے “ (۱۵)

ہر زائرِ چمن سے یہ کہتی ہے خاکِ باغ
غافل نہ رہ جہاں میں گردوں کی چال سے
سینچا گیا ہے خونِ شہیداں سے اس کا تخم
تو آنسوؤں کا بخل نہ کر اس نہال سے (۱۶)

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

اس دکھ اور کرب کے اظہار کو برنی صاحب نے یہ ہی رنگ دیا ہے کہ اس سے ہندو، مسلم اور سکھ کامل جل کر رہنے کا اظہار ہو سکے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اقبال تو ان تمام افراد کے لیے آزادی کی کوئی تحریک چلانا چاہتے تھے۔ اقبال کی بات کا مرکز و محوران حالات میں اتحاد و اتفاق اور مغرب کے مقابل کھڑے ہونے کا جذبہ تھا اور وہ یہی جذبہ جوانوں میں بیدار کرنا چاہتے تھے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے خطبہ صدارت کے لیے برنی صاحب نے جو حوالہ دیا ہے انہوں نے لکھا ہے:

"ہندوستان کے لیے جس میں ہمارا مرنا جینا مقدر ہے، ہمارا کچھ فرض ہے" (۱۷)

جبکہ یہی بات کہیں اور پڑھیں تو لکھا ہے:

"ہم پر ایشیاء بالخصوص مسلم ایشیاء کی طرف سے بھی ایک فرض عائد ہوتا ہے" (۱۸)

اقبال نے مغرب کی غلامی پر لعنت بھیجتے ہوئے دو تجاویز پیش کی تھیں۔ ان میں ایک یہ تھی کہ شدید ترین الفاظ میں مغربی تعلیم، مغربی فکر، مغربی تہذیب اور مغربی روایات کی مذمت کی جائے۔ اس کی وضاحت کے لیے برنی صاحب نے اقبال کے اشعار کا حوالہ دیا ہے۔ فارسی مثنوی "پس چہ باید کرد" سے بھی کچھ اشعار اردو نثر کی صورت لکھے ہیں۔

برنی صاحب نے اقبال کے بہت سے افکار، نظریات اور خیالات میں گاندھی جی کا عکس محسوس کیا۔ انہیں اقبال کی اور گاندھی جی کی بہت سی باتیں ایک جیسی ہی لگتی تھیں۔ یہ اقتباس اس بات کا واضح ثبوت ہے دراصل اقبال نے یہ واضح کیا ہے کہ یورپ والے بڑے عیار اور چالاک ہیں وہ ہمارے ملک سے خام مال لے جاتے ہیں اور اپنے ملکوں کے کارخانوں میں مشینوں سے عمدہ اشیاء تیار کر کے ہمارے ہی بازاروں میں بیچتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم دیسی چیزیں استعمال کریں اور بدیسی چیزیں نہ خریدیں تاکہ ہماری معیشت مضبوط ہو۔ ان باتوں سے برنی صاحب نے یہ اخذ کیا ہے:

"اقبال مہاتما گاندھی کی سودیشی تحریک کی حمایت کرتے ہیں" (۱۹)

گویا برنی صاحب نے "محب وطن اقبال" میں اقبال کو مہاتما گاندھی سے متاثر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ خودی کی بات کریں تو ایک غلام قوم کے لیے خوداعتمادی، خودشناسی اور تعمیرِ خودی سے زیادہ مناسب کوئی پیغام ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ اسی طرح ان افراد کے لیے جو ایک ایسی قوم کی تشکیل کرتے ہیں، اپنے وجود کا اثبات

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

کرنے، اپنی عزتِ نفس کو پہچاننے اور فکر کی تعمیر میں لگ جانے کے پیغام سے بہتر کوئی اور نسخہ نہیں ہو سکتا تھا۔ برنی صاحب لکھتے ہیں:

"میں اقبال کے فلسفہ خودی کو ایک نہایت حساس شاعر کی طرف سے اپنے ملک کی سیاسی غلامی کا ردِ عمل سمجھتا ہوں" (۲۰)

آپ نے اپنی کتاب میں جو باتیں لکھی ہیں وہ دراصل ایک خطبہ ہے جسے کتابی شکل میں پیش کیا گیا۔ اس کی دوسری اشاعت میں تبدیلیاں کی گئیں۔ کچھ ماہرین نے اس کی اشاعت پر ناگواری کا اظہار بھی کیا ہے۔ پروفیسر عبدالحق فرماتے ہیں:

"اقبال محبِ وطن ایک کتابچہ ہے اور وہ بھی طفلانہ نقطۂ نظر کا ترجمان" (۲۱)

برنی صاحب نے اپنی کتاب "محبِ وطن اقبال" میں جن موضوعات پر بحث کی ہے وہ عالمانہ اور فاضلانہ ضرور ہیں مگر اپنے اندر مزید تحقیق اور تنقید کی گنجائش بھی رکھتے ہیں۔ آپ چونکہ سرکاری افسر تھے اور اعلیٰ ترین عہدوں پر فائز رہے اس لیے علمی و ادبی ماہرین کا خیال ہے کہ آپ کی اقبال شناسی میں شہرت کا پہلو نمایاں ہے اس لیے لوگوں نے کہنا شروع کر دیا:

"بس مشتہر ہی نے انہیں اقبال شناس بنا دیا اس لیے کہ وہ بڑے افسر ہیں یا تھے" (۲۲)

برنی صاحب نے اپنی اقبال فہمی کو بروئے کار لاتے ہوئے بہت سے موضوعات پر قلم اٹھایا۔ اس اقبال فہمی نے لوگوں کو بہر حال کئی نئے مضامین دیے۔ اقبال بھگوت گیتا کے فلسفہ عمل سے بھی بہت متاثر تھے۔ گیتا میں آتما(خودی) کو لافانی کہا گیا ہے۔ اقبال گیتا کا اردو ترجمہ بھی کرنا چاہتے تھے۔ برنی صاحب کے خیالات سے تو یہی نظر آتا ہے کہ وہ اقبال کو ہندوستانی فلسفہ و فکر سے ماخوذ خیالات کا لبادہ پہنانا چاہتے ہیں۔ اقبال کے تصورِ خودی کو برنی صاحب نے کمال مہارت سے گاندھی جی کے ساتھ کچھ یوں ملایا ہے:

"سیاسی میدان میں گاندھی جی کی ستیاگرہ بھی ایک طرح سے قومی خودی کا اظہار ہی تھا۔ جیسا کہ اقبال نے کہا ہے اور فکری سطح پر اقبال کا خودی پر زور دینا بھی سامراجی قوتوں کے خلاف ایک طرح کا ستیاگرہ ہی تھا" (۲۳)

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

برنی صاحب نے دراصل یہ زور دیا ہے کہ ہمیں آج بھی نظریہ خودی کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی اقبال کے زمانے میں تھی۔

اقبال کے نظریہ خودی میں ''آدمِ نو'' کی پیدائش کا پختہ عقیدہ پوشیدہ ہے۔اس بات میں کہیں برنی صاحب ہندوؤں کے دوسرے جنم کا حوالہ تو نہیں دے رہے؟ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا تصور مسلمانوں میں تو ہے مگر وہ ہندوؤں کے تصور سے ہرگز نہیں ملتا۔گویا فکرِ اقبال میں ہندوستانی فکر وفلسفہ کی آمیزش کی جائے تو اقبال پر تحقیق کے کئی نئے درواہو سکتے ہیں۔ اقبال کے سالِ نو کے پیغام میں انسانیت کے احترام کا ذکر ہے لکھتے ہیں:

''انسان اس زمین پر صرف انسان کا احترام کر کے باقی رہ سکتا ہے '' (۲۴)

بلاشبہ آج انسان کے احترام کا موضوع وقت کی اہم ضرورت ہے۔ بلکہ برنی صاحب نے تو نئے سماج کی تخلیق کا اشارہ دیا ہے۔اس طرح اقبال کے پیغام یقینِ محکم و عملِ پیہم اور اقبال کے نظریہ خودی کو بھی نئی اہمیت اور نئی جہت حاصل ہو جاتی ہے۔اقبال کے اس فکر پر غور کرنے سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ وقت کی یہ ضرورت آج بھی اسی طرح باقی ہے کہ جیسی اقبال اس وقت محسوس کرتے تھے۔ آج ہمیں یقین، اعتماد اور خودی وخودشناسی کی روح کو دوبارہ بیدار کرنا ہو گا اس کام کے لیے برنی صاحب نے مشورہ دیتے ہوئے لکھا تھا:

''اس کا حصول تبھی ممکن ہے جب اس ملک کے تمام فرقوں میں مکمل اتحاد
اور یک جہتی ہو اور وہ سب مل کر اپنے فرقہ، مذہب اور عقیدے کی محدود
وفاداریوں سے اوپر اٹھتے ہوئے قومی ترقی کی راہ پر گامزن ہوں '' (۲۵)

اس بات سے لگتا ایسا ہے کہ ہندوستان کے عوام اب تک اپنے دل میں یہ بات رکھتے ہیں کہ وہاں فرقہ واریت، تعصب اور دیگر مسائل جوں کے توں ہیں۔کیا اقبال شناس وہاں کے عوم کو یہ مشورہ دے سکتے ہیں کہ وہ فکرِ اقبال کی روشنی میں اپنی خودی کی تعمیر کریں اور ہندوستان میں رہنے والی تمام اقوام کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں؟ اگرچہ برنی صاحب کا یہ مشورہ کئی سال پہلے یا شاید اس سے بھی بہت پہلے منظرِ عام پر آیا تھا جس کا اظہار انہوں نے اپنی کتاب محبِ وطن اقبال میں کیا تھا۔ آج بھی اس پر عمل، وقت کی اہم ضرورت ہے۔

برنی صاحب کی اقبال شناسی میں حب الوطنی کو مدِ نظر رکھنا چاہیے۔اقبال ہندوستان کی غلامی پر بہت دکھی رہتے تھے اور اس کی آزادی کی تمنا رکھتے تھے۔ آپ کے فکر وفلسفہ میں قوم کی بیداری، جدوجہد اور غیرت کا پہلو نمایاں طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔اس لیے برنی صاحب کہتے تھے:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

"اقبال ہندوستان کی غلامی پر سب سے زیادہ دکھی تھے۔ وہ نہ صرف اس ملک کو آزاد دیکھنا چاہتے تھے بلکہ ان کی دلی تمنا تھی کہ مشرق، خصوصاً ہندوستان اپنی عظمت کا احساس کرے اور تمام عالمِ انسانیت کی راہنمائی کے لیے اس کے پاس جو صدیوں کا جمع کیا ہوا فکری سرمایہ ہے وہ عام ہو جائے جن کھوکھلے اور پُرفریب نعروں میں مغربی سامراج نے ہندوستانی ذہن کو الجھایا ہے۔، ان کی سطحیت کا ہندوستانیوں کو جتنی جلدی احساس ہو جائے، اچھا ہے" (۲۶)

برنی صاحب نے فکرِ اقبال کے ذریعے قوم کو بیدار کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ اقبال شناس برنی صاحب کی کاوشوں سے زیادہ متاثر دکھائی نہیں دیتے۔ آپ کی کتاب میں شامل موضوعات کے حوالے سے استاذ الاساتذہ، محترم رفیع الدین ہاشمی نے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"برنی کے بعض بیانات غلط فہمی پر مبنی ہیں" (۲۷)

ایسے بیانات برنی صاحب کی اقبال شناسی کے لیے رکاوٹ کا باعث ثابت ہوئے۔ جو کام انہوں نے کیات اس پر بھی بہت سے اعتراضات سامنے آ گئے۔ اس کے باوجود آپ کی اقبال کے خطوط کے حوالے سے کی گئی کوششیں قابلِ قدر ہیں۔ اس کی چار جلدیں جن میں تقریباً ۱۵۷۷ خطوط محفوظ کیے گئے ہیں، بہت بڑا کارنامہ ہے۔ کلیاتِ مکاتیبِ اقبال جلد اول کا مقدمہ ایک ادبی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ کی تصنیف "محبِ وطن اقبال" کے موضوعات پر نظر ڈالیں تو محسوس ہو گا کہ آپ نے بہت بڑا علمی و ادبی سرمایہ محفوظ کیا ہے ۔ مظفر حسین برنی نے انتہائی محنت سے اقبالیات کے لیے مواد میں اضافہ کیا ہے۔ اس تحقیقی مضمون کے مطالعہ سے تحقیق و تنقید کی راہیں کشادہ ہوں گی۔ اقبالیات میں تحقیق و تنقید کے لیے نئے موضوعات سامنے آئیں گے۔ اقبالیات کے ماخذ وسیع ہوں گے۔ کتب کی تلاش کا رویہ پروان چڑھے گا۔ نئی کتب کی تلاش کا شوق پیدا ہو گا اور سید مظفر حسین برنی کی کاوشوں پر پڑی دھند چھٹے گی جس سے ایم فل اور پی ایچ ڈی کے لیے تحقیق کے نئے موضوعات جنم لیں گے۔

حوالہ جات

۱۔ عبدالحق، پروفیسر، ڈاکٹر، مکتوب بنام، ڈاکٹر محمد عامر اقبال، یکم فروری۔ ۲۰۰۸ء

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

۲۔ خلیق انجم،ڈاکٹر، تبصرہ، مشمولہ، محبِ وطن اقبال، مصنف، سید مظفر حسین برنی،ہریانہ:اردو اکادمی، ۹۸۳ سیکٹر ۹،پنچکولہ،ہندوستان، صفحہ ۱۶۱

۳۔ عادل صدیقی، تبصرہ، مشمولہ، محبِ وطن اقبال، مصنف، سید مظفر حسین برنی، صفحہ ۱۶۴

۴۔ تاراچرن رستوگی، ڈاکٹر، تبصرہ، مشمولہ، محبِ وطن اقبال، مصنف، سید مظفر حسین برنی، صفحہ ۱۵۸

۵۔ عبدالحق، پروفیسر، ڈاکٹر، مکتوب بنام، ڈاکٹر محمد عامر اقبال، ۱۹۲اگست ۲۰۰۵ء

۶۔ ایضاً، یکم فروری۔۲۰۰۸ء

۷۔ ایضاً، یکم فروری۔۲۰۰۸ء

۸۔ اخلاق اثر،ڈاکٹر، اقبال اور ممنون،بھوپال:طارق پبلشرز،منزل چوکی امام باڑہ،طبع ثانی، مئی۱۹۹۱ء، صفحہ ۱۵۲

۹۔ اقبال،کلیاتِ مکاتیبِ اقبال،مرتبہ،سید مظفر حسین برنی،جلد اول،دہلی:اردو اکادمی،اشاعت پنجم ۱۹۹۹ء، صفحہ ۱۲۰

۱۰۔ سید مظفر حسین برنی، محبِ وطن اقبال، ہریانہ: اردو اکادمی، ۹۸۳سیکٹر ۹،پنچکولہ، ہندوستان، صفحہ ۱۱۴

۱۱۔ اقبال،کلیاتِ مکاتیبِ اقبال،مرتبہ،سید مظفر حسین برنی،جلد دوم،دہلی:اردو اکادمی،اشاعت دوم ۱۹۹۳ء، صفحہ ۲۱۶

۱۲۔ اقبال،کلیاتِ باقیاتِ شعرِ اقبال۔متروک اردو کلام،مرتبہ،ڈاکٹر صابر کلوروی،لاہور:اردو اکادمی پاکستان، اشاعت دوم ۲۰۰۴ء، صفحہ ۴۲۲

۱۳۔ سید مظفر حسین برنی، محبِ وطن اقبال، صفحہ ۱۱۶

۱۴۔ اقبال،کلیاتِ مکاتیبِ اقبال، مرتبہ، سید مظفر حسین برنی، جلد دوم، صفحہ ۳۵۳

۱۵۔ سید مظفر حسین برنی، محبِ وطن اقبال، صفحہ ۱۱۶

۱۶۔ اقبال، کلیاتِ باقیاتِ شعر اقبال۔متروک اردو کلام، مرتبہ، ڈاکٹر صابر کلوروی، صفحہ ۴۳۱

۱۷۔ سید مظفر حسین برنی، محبِ وطن اقبال، صفحہ ۱۱۷

۱۸۔ اقبال،علامہ اقبال کا خطبہ الہٰ آباد ۱۹۳۰ء،ایک مطالعہ،ندیم شفیق ملک،لاہور:فیروز سنز،بار اول ۱۹۹۸ء، صفحہ ۱۴۵

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

۱۹۔ سید مظفر حسین برنی، محبِ وطن اقبال، صفحہ ۱۲۲

۲۰۔ ایضاً، صفحہ ۱۲۴

۲۱۔ عبدالحق، پروفیسر، ڈاکٹر، مکتوب بنام، ڈاکٹر محمد عامر اقبال، یکم فروری۔۲۰۰۸ء

۲۲۔ عبدالحق، پروفیسر، ڈاکٹر، مکتوب بنام، ڈاکٹر محمد عامر اقبال، یکم فروری۔۲۰۰۸ء

۲۳۔ سید مظفر حسین برنی، محبِ وطن اقبال، صفحہ ۱۲۶

۲۴۔ ایضاً، صفحہ ۱۲۸

۲۵۔ ایضاً، صفحہ ۱۲۹

۲۶۔ ایضاً، صفحہ ۱۵۴

۲۷۔ رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر، ۱۹۸۵ء کا اقبالیاتی ادب، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، طبع اول ۱۹۸۶ء، صفحہ ۳۲